قومی ترقی میں تربیت اولاد کے اثرات کا جائزہ (سیرت نبوی ﷺ کے تناظر میں)

Evaluation of the impact of children training in Development of Nation in the light of Seerat al-Nabi ﷺ

Ayaz Akhtar Naemi
Mphil Islamic Studies, Department of Islamic Studies, University of Gujrat
Hafiza Farah Siddique
M Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat

Abstract

Child education, also known as child development, is a critical aspect of national development. It refers to the process of providing children with the necessary skills, knowledge and attitudes needed to become productive members of society. Educating children can have a significant impact on national development as it shapes the nation's future workforce, leaders and citizens. There are several ways in which the training of children can affect national development, including: Better education: Healthier and more productive citizens: Educating children can also lead to healthier and more productive citizens. Children who learn healthy habits like good nutrition and regular exercise are more likely to grow up healthy and strong, which can contribute to a more productive workforce. Decrease in crime, Gender equality, Sustainable Development. It can be said that children's education is a vital aspect of national development. It can lead to a more educated, productive, healthy and inclusive society. Governments and stakeholders should prioritize children's education to ensure the long-term growth and development of their nations.

Keywords: Child education, Decrease in crime, development, Seerat

کسی بھی ملک و قوم کی ترقی کا انحصار اس کی نسل نو کی تربیت پر ہوتا ہے۔ اسی لیے خالقِ کائنات نے عالم انسانیت کو لفظ تزکیہ سے آشناء کیا۔ اور اسی مقصد کے لیے معلم کائنات ﷺ بھی جہاں انسانیت کی اصلاح فرماتے ہوئے ہر شعبہ سے متعلقہ اصول وضوابط متعارف کرائے وہی تزکیہ نفسِ انسانیت اور تربیتِ نسلِ نو کے لیے بھی بہترین نظریاتی و عملی اصول فراہم کیے۔

تربیت اولاد کی اہمیت

تمام انبیاء کرام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کی وصیت ہے قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ[1]

ترجمہ: کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت، جب کہا: اپنے بیٹوں کو میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ بولے ہم آپ کے رب اور تیرے باپ دادوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام کے رب کی عبادت کریں گے، وہ اکیلا معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

انبیاء علیھم السلام کے اس طرز خاص میں عام انسانوں کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ جس طرح ان کی دنیوی پرورش اور ان کے دنیوی آرام وراحت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ان پر لازم ہے کہ اولاد کی نظری عملی اور اخلاقی تربیت کریں۔ غلط راستوں اور برے اعمال واخلاق سے ان کو بچانے میں حتی الامکان کوشش کریں کہ اولاد کی سچی محبت اور اصلی خیر خواہی یہی ہے۔[2]

دوسرے اشاعت حق کا اس سے زیادہ سہل اور مفید راستہ کوئی نہیں کہ ہر گھر کا ذمہ دار آدمی اپنے اہل وعیال کو حق بات سکھانے اور اس پر عمل کرانے کی سعی میں دل وجان سے لگ جائے کہ اس طرح تبلیغ وتعلیم اور اصلاح وتربیت کا دائرہ عمل سمٹ کر صرف گھروں کے ذمہ داروں تک آجاتا ہے ان کو سکھلانا پوری قوم کو سکھانے کے ہم معنی ہو جاتا ہے۔[3] اور رسول اللہ ﷺ جو ساری دنیا کے رسول ہیں اور جن کی ہدایت قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے عام ہے آپ کو بھی سب سے پہلے اس کا حکم دیا گیا کہ:

1۔البقرہ2 :133

2۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج1، ص349

3۔ایضاً

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[4]

ترجمہ: اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔

رسول مکرم ﷺ نے اس کی تعمیل بھی فرمائی۔

تیسری حکمت یہ بھی ہے کہ جب تک کسی شخص کے اہل وعیال اور قریبی خاندان اس کے نظریات اور عملی پروگرام میں اس کا ساتھی اور ہم رنگ نہیں ہوتا تو اس کی تعلیم و تبلیغ دوسروں پر اتنی مؤثر نہیں ہوتی[5]

خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا[6]

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اس میں اہل ایمان کو ان کی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح اور ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں تاکہ یہ سب جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں اللہ تعالی کے حکم پر عمل کرو، اس کی اطاعت کرو، اور اس کی نافرمانی سے منع رکھو، اور والدین بچوں کو نظم وتدبیر کے ذریعہ سے بچائیں اور ان کو تعلیم دیں اور انہیں اللہ کی اطاعت کرنے پر مجبور کریں۔[7]

تفسیر عباس میں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ گھر والوں کو نیکی کی تعلیم دو تاکہ وہ آگ سے بچ جائیں۔[8]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو نیکی و ادب سکھاؤ[9]

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو، قتادہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام اللہ بجالانے کی تاکید

4۔الشعراء26: 214

5۔معارف القرآن، ج1، ص350

6۔التحریم66: 67

7۔ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر (مترجم: پیر کرم علی شاہ الازہری)، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، اپریل 2004، ج4، ص663

8۔فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، ابوطاہر، تفسیر ابن عباس (اردو)، مکی دار الکتب، مزنگ روڈ، لاہور، 2009ء، جلد3، ص393،392

9۔سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الدر المنثور، دار الفکر، بیروت، ج8، ص225

کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ ضحاک و مقاتل فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رکنے کی تعلیم دیتا رہے۔[10]

صحاح ستہ میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ سَبْعَ سِنِينَ أُمِرَ بِالصَّلَاةِ، فَإِذَا بَلَغَ عَشْرًاضُرِبَ عَلَيْهَا [11]

ترجمہ: جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہا جائے جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر پڑھاؤ۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں۔

"فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچنے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔"[12]

مفتی محمد شفیع بھی اس کو عام مسلمانوں کے لیے حکم قرار دیتے ہیں تاکہ جہنم سے خود بھی اور اپنے اہل خانہ کو بھی محفوظ رکھیں۔آپ نے اھلیکم کے حکم میں بیوی، اولاد، غلام اور باندیاں سب کو ہی شامل کیا ہے۔[13]

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت عمر□ نے نبی کریم ﷺ سے اہل وعیال کو آگ سے بچانے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان کاموں سے انہیں بھی منع کرو اور جن کاموں کو کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ انہیں بھی کرنے کا کہو۔[14]

10۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل القرآن (تفسیر طبری)، موسستہ الرسالہ، بیروت، لبنان، ط 1415، 1ھ، ج 7، ص نمبر 330: تفسیر ابن کثیر (مترجم: پیر کرم علی شاہ الازہری)، ج 4، ص 663

11۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، موسستہ الرسالہ، بیروت، لبنان، ط 2001، 1ء، ج 24، ص 56، رقم الحدیث 15339؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج 7، ص 115، رقم الحدیث: 6548؛ المصنف، ابن ابی شیبہ، ج 1، ص 304، رقم الحدیث: 3481

12۔ تفسیر ابن کثیر (مترجم: پیر کرم علی شاہ الازہری)، ج 4، ص 663

13۔ معارف القرآن، ج 8، ص 503

اس آیت میں مشاورت اور نظم وضبط کی پابندی کا بھی حکم پایا جاتا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا کہ قیامت کے دن لوگوں پر سب سے سخت عذاب ان کے اہل خانہ کی جہالت کے سبب ہو گا۔[15]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر اور ادب سکھاؤ۔[16] "بیٹے کا باپ پر حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام تجویز کرے اور اسے بہترین ادب سکھائے اور قرآن حکیم کی تعلیم دے۔"[17] گویا والد پر اولاد کا یہ اولین حق ان کی صحیح تربیت کرنا ہے اور اگر شروع ہی سے باپ اس کی تربیت نہ کرے اور بچے سے اچھے کردار اور شائستہ افعال کی امید رکھے تو یہ بے جا توقع ہو گی اور بعد میں اسی بچے کی طرف سے شرمندگی اٹھائے گا۔[18]

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو پیار سے،ڈرا کر یا مار کر اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لائے۔[19]

ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کی تعلیم بھی دے اور اس پر عمل بھی کروائے۔[20]

تربیت کا مقصد ہے کہ انسان روح، نسل اور معاشرے کو تعلیم دینے کے لیے،خدا پر ایمان لائے،اسلام کے قانون کو پورا کرے اور اس کے سامنے پیش کرے۔اس طرح اسلامی تعلیمات تمام والدین اور اساتذہ کی طرف سے اگلی نسل تک پہنچانا واجب ہے۔اور پھر اس طرح اللہ اور اس کے رسول کی حکمرانی میں انسان کو شرمندگی نہیں ملتی جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہے۔

14۔آلوسی، شہاب الدین، محمود بن عبداللہ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع الثاني، دار الكتب العلمیہ، بیروت، ط1، 1415ھ، ج14، ص351

15۔ایضاً

16۔الدر المنثور، م۔ن، ج8، ص225

17۔امینی، استاد ابراہیم، آئین تربیت(، مترجم: قیصر عباس، ساجد نقوی) مصباح الھدیٰ پبلیکیشنز، لاہور، ص48

18۔امینی، آئین تربیت، ص48

19۔رازی، محمد ولی، تفسیر عثمانی، دار الاشاعت، جناح روڈ، کراچی، فروری 2007ء، جلد3، ص نمبر725

20۔معارف القرآن، ج8، ص503

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْعَصْرِ، إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ[21]

ترجمہ: زمانہ کی قسم! بیشک انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔

اس پر علامہ نحلاوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ اس سورہ کے مطابق، نقصانات سے انسان کی نجات صرف تین قسم کی تعلیم سے ہو سکتی ہے۔

i. اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اسکی قدرتِ کاملہ اور اسکی قائم کردہ حدود اور دیگر عقائد پر ایمان کی تعلیم

ii. روح کی اصلاح، اسلام کے تابع زندگی اور روزمرہ کے دنیاوی ومالی معاملات کی تعلیم

iii. دین حق کی اتباع اور معاشرتی ذمہ داریوں اور فرائض کے لیے معاشرے کی تعلیم[22]

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ[23]

ترجمہ: ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں ہمارے لئے بالکل واضح طور پر یہ پیغام ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ جو اس کی تربیت کریں گے اسی لحاظ سے وہ یہودی، عیسائی اور مجوسی بن جاتا ہے۔ اس سے ہم تربیتِ والدین کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اصلاح انسان کے لیے صرف تعلیم کا ہونا کافی نہیں بلکہ اخلاقی تربیت کا ہونا بھی

21۔ العصر 103: 1-3

22۔ النحلاوي، عبدالرحمان، أصول التربية الإسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع، دار الفكر، ط5، 1428ھ، ص20

23۔ صحیح البخاری، ج2، ص94، رقم الحدیث 1358؛ ج6، ص114، رقم الحدیث: 4775؛ الطحاوي، أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري، أبو جعفر (م: 321ھ) شرح مشكل الآثار، مؤسسة الرسالة، ط1 - 1415ھ، 1494ء، ج4، ص12، رقم الحديث: 1392

اشد ضروری ہے۔ تعلیم کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو محض تعلیم سے عادتاً اصلاح اخلاق نہیں ہوتی جب تک کہ کسی تربیت یافتہ مربّی سے عملی تربیت کا حصول نہ کیا جائے، کیونکہ تعلیم کا کام در حقیقت سیدھا اور صحیح راستہ دکھلانا ہے۔ مگر منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے ہمت کی ضرورت ہے جو صرف اہل ہمت کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس کے لیے باعمل اساتذہ کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں کہ جس سے امید کی جا سکے۔[24]

آپ ﷺ کی ذات معلم اعظم ہے اور آپ ﷺ نے فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[25] بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ ﷺ کی ہی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ ﷺ کے شاگردوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن انہوں نے کبھی باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

اکثر لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ اپنے بچوں کی تربیت کب سے شروع کریں۔ بعض والدین یہ تصور کرتے ہیں کہ بچوں کی تربیت چھ سال مکمل ہونے کے بعد شروع کی جانی چاہئے اور بعض تربیت کا آغاز تین سال کی عمر ہی سے کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے، کیونکہ جب بچے کی عمر تین سال مکمل ہوتی ہے تو اس میں 75 فیصد صفات و عادات اچھی اور بری پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض ماہرین نفسیات کا یہ خیال ہے کہ بچے کی تربیت پیدائش سے ہی شروع کی جانی چاہئے، لیکن بعض دوسرے ماہرین کسی حد تک احتیاط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بچے کی تربیت پیدائش کے بعد دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ سے ہی ہونا چاہئے۔ لیکن شکاگو یونیورسٹی میں اس موضوع پر دقیق تحقیق کرنے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ایک صحیح و سالم بچے کی فکری سطح چار سال کی عمر میں 50 فیصد، آٹھ سال کی عمر میں 30 فیصد اور سترہ سال کی عمر میں 20 فیصد مکمل ہوتی ہے۔ لہذا ہر چار سالہ بچہ 50 فیصد سوجھ بوجھ کی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح 2 اور 3 سال کے

24۔ معارف القرآن، ج 1، ص 339

25۔ طیالسي، سليمان بن داود، مسند أبي داود طيالسي، دار الهجر، مصر، ط 1، 1419ھ، ج 4، ص 11، رقم الحديث 2365: ابن ماجه، محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربيه، ج 1، ص 83، رقم الحديث 229

درمیان بچے میں رونماہونے والی تبدیلیاں 8اور9سال کے درمیان رونماہونے والی تبدیلیوں سے کئی گنازیادہ اوراہم ہوتی ہیں۔[26]

تعلیم وتربیت کو مفید و مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آج کل کے تصور کے برعکس مذکورہ مدت سے پہلے ہی بچے کی تربیت اس کی پیدائش کے ابتدائی ہفتوں سے ہی شروع کرنی چاہئے۔پہلے صرف جسمانی مسائل اور پھر ایک سال کی عمر سے نفسیاتی مسائل کی طرف توجہ دی جانی چاہئے۔یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ بچے کے لئے وقت کی اہمیت یکساں نہیں ہوتی، کیونکہ ایک سال کی عمر میں ایک دن کی مدت، تیس سال کی عمر میں ایک دن کی مدت سے کئی گنا طویل ہوتی ہے۔شاید یہ مدت جسمانی اور نفسیاتی حوادث کے لحاظ سے چھ گنازیادہ ہو۔لہذا بچپن کے اس گرانقدر دور سے بھرپور افائدہ اٹھانے میں غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

اس بات کا قوی احتمال ہے کہ بچے کی ابتدائی چھ سال کی عمر کے دوران زندگی کے قواعد وضوابط کے نفاذ کا نتیجہ یقینی ہے۔اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من لم یتعلّم فی الصّغر لم یتقدّم فی الکبر[27] ترجمہ:"جو بچپن میں کچھ نہ سیکھے وہ بڑاہو کر آگے نہیں بڑھ سکتا۔"

اس لئے بچے کے جسم کی نشوونمااور تکامل کے ساتھ اس کی روح کی بھی صحیح راستے کی طرف ہدایت ہونی چاہئے تاکہ اس میں نیک اور شائستہ صفات پیدا ہو جائیں۔کیونکہ جن بچوں کی بچپن میں صحیح طریقے سے تربیت نہیں ہوتی ہے،ان میں بڑے ہونے کے بعد اخلاقی تبدیلی کاآنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

لہذا بچپن کا دور زندگی کے صحیح طور طریقے سیکھنے کا بہترین وقت ہوتا ہے۔کیونکہ اس زمانے میں بچے میں تقلید اور حفظ کی توانائی بہت قوی ہوتی ہے۔اس دور میں بچہ اپنے معاشرہ کے افراد کے حرکات وسکنات اوران کے چال چلن کو پوری توجہ کے ساتھ دیکھتا ہے اوران کا عکس، کیمرے کے مانند، اپنے ذہن میں کھینچ لیتا ہے۔[28]

26۔ فلسفی، محمد تقی، روانشناسی کودک، مرکز تحقیقات رایانھای قائمیہ، اصفھان، ص77

27۔آمدی، عبدالواحد بن محمد، التمیمی، غرر الحکم ودرر الکلم، دارالھدیٰ، بیروت، لبنان، طبع 1413ھ، ص363

28۔ فلسفی، محمد تقی، کودک از نظر وراثت و تربیت، مرکز تحقیقات رایانھای قائمیہ، اصفھان، ج1، ص223

بچوں کو شروع سے ہی عقائد، عبادات، حسن معاشرت، اخلاق، حسن عمل، حسن سلوک کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ وہ بڑے ہو کر اپنی قوم کا سچا رہبر بن سکیں۔

محمد ریاض جمیل لکھتے ہیں کہ

"جو شخص اپنے بچوں کو ادب سکھا دیتا ہے وہ اپنے دشمن کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔" نیز یہ بھی مقولہ ہے کہ "والدین اپنے بچوں کو ادب سے زیادہ افضل کسی بھی چیز کا وارث نہیں بناتے"۔ کیونکہ جب وہ اسے ادب سکھا دیتے ہیں تو بچہ اس ادب کے ذریعے مال، مرتبہ، دین دنیا اور آخرت سب کچھ حاصل کر سکتا ہے اور اگر بچے کو مال کا وارث بنایا تو مال تو ضائع ہو جاتا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہترین آداب سکھائے۔[29]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ پھر تعلیم دو"[30]

حضرت احنف بن قیس[31] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔الأدب نور العقل، كما أن النار في الظلمات نور البصر[32] ترجمہ: ادب عقل کا نور ہے جیسے آگ اندھیرے کے لیئے نور بن جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ادب آباؤاجداد سے حاصل ہوتا ہے اور نیکی اللہ کی طرف سے۔ نیز یہ بھی مقولہ ہے کہ جو شخص اپنے بچے کو بچپن میں ادب سکھاتا ہے بچہ بڑا ہو کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جسے والدین ادب نہ سکھائیں اسے زمانہ ادب سکھا دیتا ہے۔ بچپن میں ادب سکھانے کا فائدہ ہے جب عمر بڑی ہو

29۔ جمیل، محمد ریاض، اولاد کی تربیت کیسے کریں؟، ایم اے پرنٹرز، ط1، ص11

30۔ ایضاً

31۔ احنف بن قیس بن معاویہ، کنیت ابو بحر، اصل نام ضحاک ہے،، قبیلہ محضرم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا مگر آپ ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ صخر کا کہنا ہے کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی جسے حضرت عمر □ نے سنا۔ (بحوالہ: عینی، بدر الدین، محمود بن احمد، مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار، دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان، طبع اول، 1427ھ، جلد 1، ص40)

32۔ نمري، یوسف بن عبد اللہ، (م463ھ) بهجة المجالس وأنس المجالس، م ن، س ن، ص19 : رامینی، محمد بن مفلح، شمس الدين المقدسي، الآداب الشرعية والمنح المرعية، عالم الكتب، ج،2 ص332

جائے پھر ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں، اس کی مثال اس لکڑی کی طرح ہے جب گیلی ہو تو سیدھی کی جائے تو سیدھی ہو جاتی ہے۔ لیکن خشک لکڑی سیدھا کرنے سے ٹوٹ تو سکتی ہے سیدھی نہیں ہو سکتی۔[33]

ایک معلم اور مربی کا ہدف بلند اور اعلی ہونا چاہیے کہ وہ متعلم اور سیکھنے والے کی فکری توانائی اور ذہنی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے اسے فکری استقلال، خود اعتمادی، خود اختیاری بخشے اسکی ابداع اور ایجاد کی قوت کو حیات بخشے اسکی جسمانی اور تعلیمی نشوونما کے ساتھ اسکی ایمانی اور اخلاقی اقدار بھی پروان چڑھائے۔ لہذا دین میں اسلام نے جس قدر تعلیم کے مسئلے پر زور دیا ہے اسی قدر تربیت کو بھی اہم جانا ہے۔

بچوں کی تربیت کے لیے مربی اور استاد کے لیے خود بھی کچھ اصول وضوابط کا پابند ہونا ضروری ہے۔ تاکہ جب وہ بچوں کی اصلاح کرے تو عملی طور پر خود بھی مجسم کامل ہو وگرنہ اصلاح کار آمد ثابت نہ ہو گی۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ جو اصول وضوابط ہادی عالم ﷺ نے دیئے وہ تا قیامت قابل عمل ہیں۔

بچے کی اچھی تربیت جہاں ان کے کامیاب مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے، وہیں یہ معاشرے اور ملک و قوم کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ماں باپ کو اولاد کی تربیت میں سستی اور کوتاہی ہرگز نہیں کرنی چاہیے، اولاد کی تربیت ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ تعلیمات نبویہ ﷺ کی روشنی میں مرّبیان کے لیے ایسے ہی کچھ اصول سیرت طیبہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں۔

اسوہ حسنہ

بچوں کی تربیت میں والدین کا کردار اہم ترین ہوتا ہے، بچہ کم عمری میں اپنے ارد گرد جو کچھ دیکھتا ہے اسے سیکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے والدین کو اپنے طرز عمل میں بہت محتاط رہنا چاہیے، ناپسندیدہ کاموں سے گریز کرنا چاہیے، بچوں کو جھوٹ بولنے سے منع کرنا ہو تو نصیحتوں کے ساتھ ساتھ خود بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیے، آپ دیکھیں

33۔ اولاد کی تربیت کیسے کریں، ص 21

گے کہ بچے سچ بولنے کے عادی ہو جائیں گے۔ بچے کے افکار کی بنیاد والدین رکھتے ہیں لہذا انہیں چاہئے کہ زندگی کے معاملات میں وہ بچوں کے سامنے سچائی شرافت اور عملی کردار کا ایک عمدہ نمونہ بنیں کیونکہ بچے انکی نقالی کرتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ[34]

ترجمہ: ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اسکا باپ ہے جو اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتا ہے۔ یعنی بچے کے والدین اسکے دین کے بارے میں زیادہ ذمہ دار ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ، تَعَالَ هَاكَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كَذْبَةٌ۔[35]

"جو شخص بچے سے یہ کہے ادھر آؤ (یہ چیز لے لو) پھر اسے کچھ نہ دے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔"

اسی طرح عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟ قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ۔[36]

ترجمہ: ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، والدہ نے کہا ادھر آؤ تمہیں کچھ دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تم اسے کیا چیز دینا

34۔ صحیح البخاری، ج2، ص94، رقم الحدیث1358؛ ج6، ص114، رقم الحدیث: 4775؛ الإسفرایینی یعقوب بن إسحاق، أبو عوانة (م316ھ)، المسند الصَّحیح المُخرّج علی صحیح مسلم، الجَامِعَة الإسلامیّة، المملکة العربیّة السَّعُودیة، ط1، 1435ھ - 2014ء، ج20، ص271، رقم الحدیث: 11662

35۔ مسند احمد بن حنبل، ج15، ص520، رقم الحدیث9836؛ ج1، ص610؛ القرشي، عبداللہ بن وھب بن مسلم المصري (م:197ھ)، أبو محمد، الجامع في الحدیث لابن وھب، دار ابن الجوزي، الریاض، ط1، 1416ھ، 1995ء، ج1، ص610

36۔ سنن ابی داود، باب فی التشدید فی الکذب، ج4، ص298، رقم الحدیث 4991؛ الکتاب المصنف في الأحادیث والآثار، ماجاء فی الکذب، ج5، ص236، رقم الحدیث: 25609

چاہتی ہو؟" انہوں نے کہا میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا" دیکھو اگر تم سے کچھ نہ دیتی تو جھوٹ بولنے کا گناہ لکھا جاتا"۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب چھوٹے تھے تو بیان فرماتے ہیں۔

بت ليلة عند ميمونة بنت الحارث خالتي، وكان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عندها في ليلتها، قال: فقام رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصلي من الليل، فقمت عن يساره قال: فأخذ بذؤابتي فجعلني عن يمينه[37]

میں نے اپنی خالہ کے ہاں رات گزاری آنحضرت ﷺ رات کے پچھلے پہر میں جاگے اور ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے وضو فرمایا پھر نماز شروع کی میں بھی اٹھا اسی طرح وضو کر کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بائیں طرف کھڑا ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے مجھے پھیر کے دائیں طرف کر دیا۔

گویا بچے نے اسوہ حسنہ کی پیروی کی اور وضو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا اور نماز ادا کی یہ فوراً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ذہن پر نقش ہوا۔

مناسب وقت

تربیت کے لئے مناسب وقت کا فائدہ اٹھانا چاہیئے کیونکہ ایسے وقت میں دی گئی نصیحت حتی المقدور کار گر ثابت ہوتی ہے۔اور بچہ اس سے زیادہ اثر لیتا ہے۔اس سے بچوں اور والدین دونوں کے واسطے آسانی بھی رہتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اوقات میں اصلاحی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دوران سفر یا کسی تفریحی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں کی تربیت کرتے جیسا کہ صحاح ستہ سے امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس □ سے روایت کی ہے۔

37۔ صحیح بخاری، باب الذوائب، ج7، ص163، رقم الحدیث5919؛ج1، ص141، رقم الحدیث: 697؛الشيباني، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد (م: 287ھ)، الآحاد والمثاني ،دار الراية –الرياض،ط1، 1411 – 1991ء، ج1،ص 287؛ صحیح ابن خزیمہ ، ج3، ص 17، رقم الحدیث:1534

قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ،احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ[38]

"فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے کیا میں تجھے یہ نہ بتاؤں کہ تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر و اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔"

اس حدیث میں ہمیں کئی اہم نکات ملتے ہیں۔

- کہ کھلی فضا میں بچے کا ذہن کسی چیز کو قبول کرنے کے لئے نسبتاً زیادہ تیار ہوتا ہے اور تروتازگی کے عالم میں وہ چیز ذہن نشین جلد ہوتی ہے۔[39]
- پھر یہ کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لڑکے کیا میں تجھے یہ نہ بتاؤں تو اس طرح آپ ﷺ نے ذہنی طور پر بھی بچے کی نفسیاتی حالت کو بھانپتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تاکہ وہ اس بات کا اثر لینے کو خود تیار ہو۔
- کسی بھی مربّی کے لیے بچوں کی نفسیات کا علم رکھنا ضروری ہے جو ہمیں اس حدیث مبارکہ میں نظر آتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر پیچھے بٹھایا اور پھر مجھ سے خفیہ انداز میں بات کی جس کا ذکر میں کسی سے نہ کروں اور رسول اللہ ﷺ کو بطور پردہ اپنی حاجت کے لئے سب سے زیادہ جو

38۔ جامع ترمذی، ج4، ص667، رقم الحدیث 2516؛ علي بن الجعد بن عبيد الجَوْهري البغدادي (م: 230ھ) مسند ابن الجعد، مؤسسة نادر – بيروت، ط1، 1410 – 1990ء، ج1، ص494، رقم الحدیث: 3445؛ الفِرْيابي، أبو بكر جعفر بن محمد بن الحسن بن المُسْتَفاض (م: 301ھ) كتاب القدر، أضواء السلف – السعودية 1418ھ- 1997ء، ج1، ص129، رقم الحدیث: 153

39۔ سوید، محمد نور بن عبد الحفیظ، تربیت اولاد کا نبوی انداز اور اس کے زریں اصول، دار القلم، لاہور، س ن، ص147

پسند تھا وہ بلند جگہ اور کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا"[40]

کھانا کھاتے وقت

کھاتے وقت بچے ناشائستگی کو اپناتے ہیں اور آداب کی خلاف ورزی کرتا ہے اس دوران اگر والدین پاس نہ ہوں اور اصلاح نہ کریں تو بچہ بگاڑ کا شکار ہوگا اور والدین یہ موقع بھی ضائع کر دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور ساتھ میں ان کی غلطوں کو ملاحظہ کر کے ان کی اصلاح بھی فرماتے۔

امام بخاری حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھانے کہ دستر خوان پر فرمایا۔

يَا غُلاَمُ، سَمِّ اللَّهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ[41]

"بیٹا! بسم اللہ پڑھ کہ کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ"

ایسا ہی ایک واقع سنن دار قطنی میں ہے جسے عاصم بن کلیب[42] نے اپنے والد کی روایت کو نقل کیا ہے۔

40۔ مسلم بن حجاج، نیشاپوری، صحیح مسلم، دار احیاء تراث العربی، بیروت، لبنان، س ن، ج4، ص 2306، رقم الحدیث 3012: سنن ابن ماجہ، ج 1، ص 122، رقم الحدیث339

41۔ صحیح بخاری، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين، ج7، ص68، رقم الحدیث5376: صحیح مسلم، ج3، ص1599، رقم الحدیث2022

42۔ پورا نام عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون الجرمی ہے۔ کوفہ سے تعلق ہے۔ بنی قضاعہ سے تعلق ہے، حضرت عمر اور حضرت علی سے روایات لی ہیں۔ کثیر روایات میں ثقہ راوی ہیں۔ خلیفہ ابو جعفر کے ابتدائی عہد میں وفات پائی۔ (بحوالہ: الصبحي، محمد بن عبد الله، فتنہ مقتل عثمان بن عفان ، عمادة البحث العلمي جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ، طبع دوم، 1424ھ، ج1، ص384: أبوداود، سليمان بن الأشعث، سؤالات أبي عبيد الآجري أباداود السجستاني في الجرح والتعديل، عمادة البحث العلمي جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ، طبع اول، 1403ھ، ج1، ص167

قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبرِ, قَالَ: فَرَأَيْتُهُ يُوصِي الْحَافِرَ , قَالَ: «أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ, فَلَمَّا انْصَرَفَ تَلَقَّاهُ دَاعِي امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ , فَقَالَ: إِنَّ فُلَانَةَ تَدْعُوكَ وَأَصْحَابَكَ, قَالَ: فَأَتَاهَا فَلَمَّا جَلَسَ الْقَوْمُ أُتِيَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ وَوَضَعَ الْقَوْمُ فَبَيْنَا هُوَ يَأْكُلُ إِذْ كَفَّ يَدَهُ , قَالَ: وَقَدْ كُنَّا جَلَسْنَا بِمَجَالِسِ الْغِلْمَانِ مِنْ آبَائِهِمْ , قَالَ: فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلُوكُ أَكَلْتُهُ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَضْرِبُ يَدَ ابْنِهِ حَتَّى يَرْمِيَ الْعِرْقَ مِنْ يَدِهِ[43]

ترجمہ: "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہونے کے لیے نکلے تو ہم کے قریب پہنچ گئے، فرماتے ہیں میں نے دیکھا آپ وصیت فرما رہے تھے اس کو سر کی طرف سے کھلا کرو، اس کو قدموں کی طرف سے کھلا کرو، واپسی پر ایک قریشی عورت نے دعوت کا پیغام بھجوایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک فلاں عورت نے آپ اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی ہے، کہتے ہیں لہذا رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس عورت کے گھر گئے۔ جب لوگ بیٹھ گئے، کھانا لایا گیا اس مجلس میں بڑوں کے ساتھ بچے بھی شامل تھے آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمانا شروع کیا تو سب شروع ہوئے جب آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا تو سب نے ہاتھ روک لیا اور بچوں کو بھی روکا۔"

بیماری کے وقت

بیماری سنگدل شخص کو بھی موم بنا دیتی ہے۔ ایسے ہی بیماری کے عالم میں بچے میں دو چیزیں اکٹھی ہوتی ہیں "اخلاق اور عقیدہ کی اصلاح" ایک فطرت کی وجہ سے دوسری رقت قلب کی وجہ سے۔

اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اصلاح کا طریقہ بتلایا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

43۔ سنن دار القطنی، ج 5، ص 514، رقم الحدیث 4763

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ : أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ[44]

ترجمہ: "ایک یہودی بچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتا ایک روز وہ بیمار ہو گیا رسول اللہ ﷺ اسکی عیادت کو گئے آپ ﷺ اسکے سرہانے بیٹھے اور بچے سے کہا کہ اسلام قبول کر لو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تو اس کے باپ نے کہا ابوالقاسم (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی اطاعت کرو چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔"

آپ ﷺ نے بچے کو جب وہ حاضر خدمت رہتا دعوت دین نہیں دی اور جب مناسب موقع ملا آپ ﷺ نے اسکی بیمار پرسی کی اور دعوت دین دی۔ لہذا اس سے سبق ملتا ہے کہ صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔ اسکے علاوہ بھی موقع ہو سکتے ہیں۔

عدل و مساوات

اپنے مقصد تربیت کو حاصل کرنے کہ لئے والدین کو بچوں کے درمیان عدل و مساوات کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے اگر ایک یا دو بچوں کی طرف طبعی میلان زیادہ ہو گا تو باقی بچوں میں بداخلاقی اور بدمزاجی پروان چڑھے گی جس کے نتیجے میں والدین کو ان بچوں کا سامنا کرنے میں مسائل سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ایسا ایک واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

44۔ صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات، ھل یصلی علیہ، ج2، ص94، رقم الحدیث 1356؛ سنن ابی داؤد، باب فی عیادۃ الذمی، ج3، ص185؛ النسائی، السنن الکبریٰ، ج8، ص9؛ البخاري، محمد بن إسماعیل بن إبراھیم بن المغیرۃ، أبو عبد اللہ (م: 256ھ)، الأدب المفرد، دار البشائر الإسلامیۃ—بیروت، ط3، 1409 – 1989ء، ج1، ص185

عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا، فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْهُ[45]

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد انہیں ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں گئےاور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو خصوصی طور پر عطیہ دیا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا "کیا اس کی طرح سب بچوں کو عطیہ دیا ؟" انہوں نے کہا "نہیں"،آپ ﷺ نے فرمایا"پس واپس لوٹادو"

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے گواہ بننے سے بھی انکار فرمادیا۔آپ ﷺ نے فرمایا"مجھے تم نا انصافی پر گواہ نہ بناو"پھر آپ نے فرمایا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ فرماں برداری میں بھی برابری اختیار کریں؟"تو انہوں نے کہا"کیوں نہیں"آپ ﷺ نے فرمایا"پھر ایسانہ کرو"[46]

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ[47]

ترجمہ:"خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو"

حقوق کی پاسداری

بچوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی جائز ضروریات کو پورا کرنا ایسی چیز ہے جو انکے دل و دماغ میں مثبت سوچ پیدا کرتی ہے۔اس سے ان میں زندگی کے متعلق تصور ابھرتا ہے کہ یہ ایک لین دین کا نام ہے اس طرح حق لینے کا جذبہ ان میں بیدار ہوگا۔[48]

45۔ صحیح بخاری، باب الھبۃ للولد، واذا اعطی بعض ولدہ شیئا، ج3، ص157، رقم الحدیث 2586؛ صحیح مسلم، ج3، ص 1241، رقم الحدیث:1623؛المزني، إسماعیل بن یحیی بن إسماعیل، أبو إبراھیم (م:264ھ)، السنن المأثورة للشافعي،، دار المعرفة - بیروت، ط1، 1406ھ، ج1، ص384، رقم الحدیث:522؛ الجَوْهَرِيُّ، أَبُو القَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ مُحَمَّدٍ الغَافِقِيُّ، المالکي (م:381ھ) مسند الموطا للجوھري، دار الغرب الإسلامي، بیروت، ط1، 1997ء، ج1، ص158، رقم الحدیث:159

46۔ صحیح بخاری، ج3، ص171، رقم الحدیث 2650

47۔ صحیح مسلم، ج3، ص1242، رقم الحدیث 1623؛ مستخرج ابی عوانۃ، ج3، ص460

اور وہ اس سلسلہ میں حق گوئی اور جراتِ اظہار سیکھیں گے دگرنہ ان میں پسپائی آجائے گی۔اس سے بچہ اپنا حق لے کر اپنا فرض بھی ادا کرنے کو تیار ہوگا۔جو کہ اسے اچھا شہری بنانے میں معاون ثابت ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: " أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟ "، فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ فَتَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ.[49]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پینے کی چیز پیش کی گئی آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا،ایک بچہ آپ ﷺ کی دائیں طرف بیٹھا تھا اور بائیں طرف کچھ بڑے بزرگ بیٹھے تھے۔آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ "کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان بزرگوں کو برتن دے دوں؟"اس لڑکے نے کہا نہیں، یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں آپ کے بچے ہوئے اپنے حصے پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا،رسول اللہ ﷺ نے برتن اسکے ہاتھ میں تھمادیا۔"

اس حدیث میں ہمیں رسول اللہ ﷺ بچے کو اسکا حق دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اگرچہ کہ پہلے اسے اپنا حق کسی اور کو دینے کی درخواست بھی تھی مگر جب بچے نے اپنا حق کسی کو نہیں دیا تو آپ ﷺ نے اسے دباؤ بھی نہیں دیا اور اسے اسکے حق سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔ایک روایت میں یہ فضل بن عباس □ کا واقعہ ہے۔

ایسی ہی ایک روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر صاحب علم ہو تو بچہ امامت کے فرائض بھی سرانجام دے گا کیونکہ یہ اسکا حق ہے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں۔حضرت ابو سلمہ □ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ، وَإِنْ كَانَ أَصْغَرَهُمْ، فَإِذَا أَمَّهُمْ فَهُوَ أَمِيرُهُمْ[50]

48۔ تربیت اولاد کا نبوی انداز اور اس کے زریں اصول، ص156

49۔ صحیح بخاری، ج3، ص161، رقم الحدیث 2451؛ابو عوانہ، یعقوب بن اسحاق، مستخرج ابی عوانہ، دار المعرفہ، بیروت، طبع اول 1419ھ، ج5، ص158، رقم الحدیث 8230 :ابن الاثیر، مبارک بن محمد بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول، مکتبہ الحلوانی، مکتبہ دار البیان، طبع اول، ج5، ص84، رقم الحدیث 3103

50۔ عبدالرزاق بن ھمام، ابو بکر، مصنف عبدالرزاق، مکتب الاسلامی، بیروت، طبع ثانی، 1403ھ، ج5، ص165، رقم الحدیث 9256

ترجمہ: جب سفر میں تین آدمی ہوں تو جوان میں بڑا قاری ہو وہ انکو نماز پڑھائے اگرچہ کہ وہ عمر میں سب سے چھوٹا ہو اور وہی انکا امیر ہو گا۔

اولاد کے حق میں دعا

والدین بچوں کے لئے مناسب وقت کی تلاش میں رہیں جس میں وہ انکے حق میں دعا کریں یہ بھی تربیت کا بنیادی اصول ہے یہ انبیاء کی سنت بھی ہے اور رسول کریم ﷺ کا معمول بھی۔اور بچوں کو کسی صورت بددعا نہ دی جائے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى خَدَمِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ [51]

ترجمہ: تم اپنے آپ کو کبھی بددعا نہ دو اور اپنی اولاد کو بھی بددعا نہ دیا کرو اور اپنے خادموں کو بھی بددعا نہ دو اور اپنے اموال کو بھی بددعا نہ دو۔

یہ حکم اس لیے دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دعا کی قبولیت کا وقت ہو اور دعا قبول ہو جائے۔پھر آنحضرت ﷺ کا معمول اقدس بچوں کے لئے دعا کرنے کا بھی تھا۔آپ اکثر صحابہ اکرام کو دعا دیا کرتے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے لیئے دعا فرمائی۔جو تربیت کے انتہائی عالم کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

عن ابن عباس قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ، وَقَالَ "اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ [52]

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی کریم ﷺ نے سینے سے لگایا اور فرمایا "اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما۔"

51۔ صحیح مسلم، ج4، ص 2304، رقم الحدیث: 3009؛ سنن ابی داؤد، ج2، ص 88، رقم الحدیث: 1532؛ شرح مشکل الآثار، ج9، ص 169، رقم الحدیث: 3539؛ تبریزي، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح، مکتب اسلامی، بیروت، لبنان، طبع سوم، 1985م، ج2، ص692، رقم الحدیث 2229

52۔ صحیح بخاری، ج5، ص27، رقم الحدیث 3756؛ سنن ترمذی، باب مناقب عبداللہ بن عباس، ج5، ص680، رقم الحدیث: 3824؛ الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (م: 241ھ)، فضائل الصحابة، مؤسسة الرسالة—بيروت، ط1، 1403 – 1983ء، ج2، ص976؛ الشيباني، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد (م: 287ھ)، الآحاد والمثاني، دار الراية—الرياض، ط1، 1411 – 1991، ج1، ص285، رقم الحدیث: 275

ایسا ہی ایک واقعہ صحاح ستہ میں ام سلیم □ کا ملتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کروائی۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی

فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، إِنَّ لِي خُوَيْصَّةً، قَالَ: مَا هِيَ؟ قَالَتْ: خَادِمُكَ أَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَآخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي[53] ام سلیم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی ہے (اس کے لیے بھی دعا فرمادیں) آپ ﷺ فرمایا کون ہے ؟ انہوں نے کہا آپ کا خادم انس رضی اللہ عنہ پھر آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہ چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔

دعا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بچہ کا مستقبل اس سے وابستہ ہے۔ اس بھلائی میں تربیت کا عنصر بھی شامل حال ہے۔ جو والدین نے کی، تاکہ انکی اس تربیت کا بچے پر عملی طور پے اطلاق ہو۔

کھلونے اور تحائف

مختلف کھلونوں سے کھیلنا بچوں کا معمول ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ بچوں کے اس معمول سے مکمل واقفیت رکھتے ہوئے ان کی دل جوئی کے لئے انہیں یہ فراہم بھی کرتے اور ان کی خیر خبر بھی لیتے۔ جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ابو عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ملتا ہے کہ چڑیا سے کھیلا کرتے تھے۔[54]

انصار مدینہ کی خواتین بچوں کو اون کا بنا ہوا کھلونا دیتی تھیں[55] جسکا اصل مقصد ان کی روزہ کی تربیت کرنا تھا۔ تاکہ کھیل میں لگ کر بھوک کو برداشت کرتے ہوئے روزہ مکمل کریں۔ کھیل کود کا سامان یا سامانِ تفریح بچوں کو مہیا کرنا والدین کے لئے لازم ہے۔ وہ بچے کی عمر اور طاقت کے مطابق ہو اور ایسا ہو کہ جس سے بچہ ذہنی اور جسمانی تربیت حاصل کرے اور اسکی عقل و شعور میں ترقی کا باعث ہو اور جس سے اخلاقی گراوٹ نہ ہو۔[56]

53۔ صحیح بخاری، ج3، ص41، رقم الحدیث1982؛ الآحاد والمثانی،، ج4، ص235، رقم الحدیث: 2222؛ مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، ج13، ص170، رقم الحدیث: 6601؛ النسائی، سنن الکبریٰ، ج7، ص365، رقم الحدیث: 8234؛ صحیح ابن حبان، ج16،، ص154؛ الموصلی، مسند أبي یعلی، ج6، ص470، رقم الحدیث: 3878

54۔ صحیح بخاری، ج8، ص30، رقم الحدیث6129

55۔ صحیح بخاری، ج3، ص37، رقم الحدیث1960

56۔ تربیت اولاد کا نبوی انداز اور اس کے زریں اصول، ص16

کھیلوں میں بچوں کو مختلف نوعیت کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سے نمٹنے کے لئے جب وہ اقدام کرتا ہے یا سوچ بچار سے کام لیتا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکے تجربات اور مشاہدات میں اضافہ ہوتا ہے یہ چیز بچے کی تخلیقی تربیت میں معاون اور کارگر ثابت ہوتی ہے۔[57]

نیکی میں معاونت

بچوں کو مناسب ماحول مہیا کرنے سے بچے از خود نیکی کی راہ پر چلتے ہیں اور ان میں کسی بھی بھلائی کے کام کو کرنے کا جذبہ خاطر خواہ پروان چڑھتا ہے بچے کی اصلاح کے لئے اسے سازگار ماحول دینا بھی والدین پر ہے وہ اگر بچوں کی نیکی کے کاموں میں معاونت کریں گے تو وہ آئندہ بھی نیکی کی راہ چلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ اس معاملے میں والدین کے لیئے دعا بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا أَعَانَ وَلَدَهُ عَلَى بِرِّهِ[58] "اللہ تعالیٰ اس والد پر اپنی رحمت کرے جو نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی معاونت کرتا ہے۔"

ایسی ہی ایک روایت طبرانی نے حضرت ابوہریرہ□ سے نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعِينُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ، مَنْ شَاءَ اسْتَخْرَجَ الْعُقُوقَ لِوَلَدِهِ[59]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیکی کے کاموں میں اپنی اولاد کی مدد کیا کرو، جو چاہتا ہے کہ اسکی اولاد نافرمانی سے باز آجائے۔"

بچے کو نصیحت اس قدر اثر نہیں کرے گی جس قدر والدین کی معاون و اسوہ متاثر کرے گا۔ اور اس طرح سے وہ بچوں کو نافرمانی اور معصیت سے بھی بچا سکتے ہیں اور ان میں نیکی کو بھی پروان چڑھا سکتے ہیں۔

57۔ فریدہ سجاد، مسز، بچوں کی تعلیم و تربیت اور والدین کا کردار، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، دسمبر 2016، ص104

58۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر، عبد اللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبہ الرشد، الریاض، ط1، 1409ھ، ج5، ص219، رقم الحدیث 25415؛ القرشي، أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم المصري (م: 197ھ) الجامع في الحديث لابن وهب، دار ابن الجوزي – الرياض، ط1، 1416ھ - 1995ء، ج1، ص212، رقم الحدیث: 138؛ الکُلینی، محمد بن یعقوب، ابی جعفر، اصول الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، شمسیہ، طھران، ایران، 1365ھ، ج6، ص50

59۔ الطبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد، معجم الاوسط، دار الحرمین، قاہرہ، مصر، س ن، ج4، ص237، رقم الحدیث 4076

ملامت اور عتاب سے بچاؤ

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ تربیت نرمی اور شفقت والا تھا نہ کہ بے حد ملامت اور سختی کا اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ تنبیہ کا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: " خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ، وَلاَ: لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلاَ: أَلَّا صَنَعْتَ"[60] "میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن آپ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا۔ نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور یہ کیوں نہیں کیا؟"

رسول اللہ ﷺ کی یہ شفقت بھی مربیان کے لئے واضح ہدایت ہے۔ والدین کی کثرت ملامت بچے کو نفسیاتی مسائل میں گھیر دیتی ہے اور اصلاح لینے کی بجائے بچے بغاوت اور بدی کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ بے حد ملامت اور بچے کے عیب کا کثرت سے اظہار اس کے لئے برے افعال کو آسان بنا دیتا ہے۔

نتائج بحث

- بچوں کے والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کریں۔
- اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ہدایت کا مینارہ نور بنا کر بھیجا ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپناتے ہوئے اپنے معاملاتِ زندگی کو آسان بنانا چاہیے۔
- تربیت اولاد ان اصولوں پر کرنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھلائے ہیں۔
- بچوں کے لیے مناسب ماحول کی فراہمی ممکن بنائیں تاکہ بچے بذات خود نیکی کی طرف گامزن ہوں اور ان کے اندر بھلائی کرنے کا جذبہ بھی بڑے۔

60۔ صحیح بخاری، ج8، ص14، رقم الحدیث 6038؛ سنن ترمذی، باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ، ج4، ص368، رقم الحدیث: 2015؛ الكَسّي، أبو محمد عبد الحميد بن حميد بن نصر (م: 249ھ)، المنتخب من مسند عبد بن حميد، مكتبة السنة – القاهرة، ط1، 1408ھ – 1988ء، ج1، ص 402، رقم الحديث: 1361؛ الخرائطي، أبو بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر السامري (م: 327ھ)، مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها، دار الآفاق العربية، القاهرة، ط1، 1419ھ - 1999ء، ج1، ص45، رقم الحديث: 79؛ البیہقی، شعب الایمان، فصل فی خلق رسول اللہ ﷺ، ج3، ص18، رقم الحدیث: 1356، فصل فی طلاقۃ الوجہ وحسن البشر لمن یلقاہ، ج10، ص410، رقم الحدیث: 7713

- سامانِ تفریح یا کھیل کود کے سامان کی بچوں کو فراہمی والدین پر لازم ہے۔ جو بچے کی عمر اور طاقت کے مطابق ہو اور س طرح کا ہو کہ جس سے بچہ ذہنی اور جسمانی تربیت حاصل کرے اور اسکی عقل و شعور میں ترقی کا باعث ہو اور جس سے اخلاقی گراوٹ نہ ہو۔
- والدین کو بچوں کے لئے مناسب وقت کی تلاش میں رہنا چاہیے جس میں وہ ان کے حق میں دعا کریں۔ یہ بھی تربیت کا بنیادی اصول بھی، انبیاء□ کی سنت بھی اور رسول کریم ﷺ کا معمول بھی۔ اور بچوں کو کسی صورت بد دعا نہ دی جائے۔
- بچوں کے حقوق کا اداء کرنا اور ان کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا ایسی چیز ہے جو ان کے دل و دماغ میں مثبت سوچ پیدا کرتی ہے۔ اس سے ان میں زندگی کے متعلق تصور ابھرتا ہے کہ یہ ایک لین دین کا نام ہے۔ اس طرح ان میں حق لینے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔
- اپنے مقصد تربیت کو حاصل کرنے کہ لئے والدین کو بچوں کے درمیان عدل و مساوات کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔
- کھاتے وقت بچے ناشائستگی کو اپناتے ہیں اور آداب کی خلاف ورزی کرتا ہے اس دوران اگر والدین پاس نہ ہوں اور اصلاح نہ کریں تو بچہ بگاڑ کا شکار ہو گا اور والدین اس موقع کو بھی گنوا بیٹھیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ والدین بچوں کے ساتھ رہیں۔
- بچے کی اچھی تربیت جہاں ان کے کامیاب مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے، وہیں یہ معاشرے اور ملک و قوم کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔
- یہ تمام انبیاء کرام سنت ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کی طرف توجہ دی۔